بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ ناول (گلاب رت کے حسین) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (گلاب رت کے حسین) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیو ایرا میگزین

****

ابراہیم نے ہڑبڑا کر کال کاٹ دی تھی۔

"کوئی رانگ نمبر ہی تھا۔۔"یاور بڑبڑایا اور دروازہ آہستہ سے بند کر کے باہر چلا آیا۔

گویا کسی طوفان کا راستہ رُک گیا تھا۔ یاور کھلے زہن کا انسان تھا۔ لیکن ایک شادی شدہ شخص سے بہن کا محبت کا تعلق لاکھ چاہے معتبر ہو۔ کوئی بھی بھائی برداشت نہیں کر سکتا۔ ابراہیم کوئی گلی کا لوفر تو نہیں تھا۔ ایک مجبور دل اس سے یہ سب کروا رہا تھا۔

سوات جو بہت عرصے تک طالبان کے زیر تسلط رہا تھا۔ چند سال پہلے ہی پاک فوج نے یہ علاقہ طالبان سے چھڑوایا تھا۔ پہاڑی لوگوں میں عزت و غیرت کی مقدار شہری لوگوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اور یاور نیازی ایک پختونی تھا۔ چاہے باہر کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مگر جڑیں تو یہاں کی تھیں۔ لیکن یہ معاملہ اب زیادہ دیر چھپ نہیں سکتا تھا۔

یہ کہاں ممکن ہے کہ آگ لگے اور دھواں نہ اُٹھے۔ دن ڈھلے اور چاند نہ اترے۔ رات ہو اور ستارے نہ جگمگائیں یہ بھلا کہاں ممکن ہے یہ محبت تو آگ اور پانی کا کھیل تھا۔ جو جلد ہی منظر عام پر آنا تھا۔ اور اس کو کھیلنے والے کوئی خاص منجھے ہوئے کھلاڑی تو نہیں تھے۔ دونوں کو ہی پہلی بار تجربہ ہوا تھا۔

ابراہیم پہلی بار ڈر گیا تھا۔وہ زندگی میں کبھی نہیں ڈرا تھا۔کیونکہ اس نے زندگی میں کبھی چوری نہیں کی تھی۔

محبت اسے "Soilder" سے ایک "Theif" بنا چکی تھی۔

اس نے واٹس ایپ دیکھا شدانہ کو میسج ڈیلیور بھی نہیں ہوئے تھے۔اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"اتنی تو لاپرواہے فون کہیں باہر چھوڑ رکھا ہو گا۔اور یاور نے بجتے دیکھا تو اُٹھا لیا ہو گا۔۔۔"

وہ بڑبڑایا تھا۔اس کا اندازہ ٹھیک تھا۔

یہ تو یاور روشن خیال تھا جو معاملہ آج سنبھل گیا تھا۔ورنہ اگر زرا سا بھی تنگ نظر ہوتا تو سارا فون ریکارڈ چیک کرتا۔اور نمبر تک ٹریس کروالیتا۔ابراہیم ایک دو ملاقاتوں میں یاور کو اتنا تو جان گیا تھا۔

"اب کسی اعتبار کے بندے کو راز دینا ہو گا۔ ورنہ معاملہ بگڑ جائے گا۔" وہ سوچنے لگا تھا۔ بہت سارے کام توجہ طلب تھے۔ اور سب سے اہم کام آج رات اس شہر محبت کو الوداع کرنا تھا۔

آج کا دن تو واقعی نرالا تھا۔ نیازی منزل کی نئی بہو کچن میں ناشتہ بنانے جو آئی تھی۔ کچن میں چیزیں کافی حد تک پھیلی ہوئی تھیں۔ تحریم ایپرن باندھے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے روٹی بیل رہی تھی۔ ساتھ ہی چائے کا پانی بھی ٹھہرا دیا تھا۔

اللہ اللہ کر کے روٹی گول بن ہی گئی تھی۔ تحریم نے وہ توے پر ڈالی تو اسے ایسا لگا جیسے ورلڈ کپ جیت لیا ہو۔ پھر انڈے پھینٹنے لگی تھی۔ گل مکئی کچن میں چائے بنانے آئیں تو خوشگوار احساس ہوا تھا۔

"آج آپ میرے ہاتھ کی چائے پی کر دیکھیں۔۔۔" توے سے پراٹھا اتارتی تحریم نے کہا تھا۔

"کیوں نہیں ہم ضرور پینا چاہیں گے۔۔۔۔"انہوں نے خوش ہو کر کیا تھا۔

تحریم اب آملیٹ بنا رہی تھی۔چائے بھی بننے والی تھی۔

"بلکہ سب آج یہاں کچن میں میرے ہاتھ کا بنا ہوا ناشتہ کریں گے۔۔۔۔"تحریم بولی تھی۔

گل مکئی نے سلمٰی کو دوڑادیا تھا کہ وہ سب کو اپنے اپنے کمروں سے نکال لائے۔

تحریم چونکہ چائے وغیرہ بنانے کچن آتی رہتی تھی تو اتنا اندازہ تھا کہ ضروری چیزیں کہاں رکھی ہوئی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں سب کچن میں موجود تھے۔

"مجھے ویسے اتنی امید نہیں تھی تحریم سے۔۔۔۔"یاور نے کہا تھا۔

"کیوں آپ مجھے پھوہڑ سمجھے تھے۔۔"تحریم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔۔۔" وہ اب دوسرا اپر اٹھالے رہا تھا۔

"تحریم کے ہاتھ میں واقعی ذائقہ ہے۔۔۔" گل مکئی بولی تھیں۔

"ہاں ممی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ خوش رنگ چائے، خستہ پراٹھے اور پھولا ہوا آملیٹ واہ جی واہ مزہ آگیا۔۔۔" شدانہ بولی تھی۔ "شکر ہے میرے یاور کی دولہن ہانڈی روٹی جانتی ہے۔۔۔" بڑی اماں نے مسکرا کر کہا تھا۔ تحریم کی ساری کوفت ختم ہو گئی تھی۔

پر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ مرد کو من پسند بیوی کی اداؤں سے زیادہ اس کے ہاتھ کے بنے ہوئے پراٹھے پسند ہوتے ہیں۔ اس کی بل دار چوٹی کی جگہ اس کے ہاتھ کے بنے پیڑے کے بل زیادہ کشش رکھتے ہیں۔ اس کی مانگ میں بھری افشاں سے زیادہ کسی خوبصورت کسٹرڈ کے پیالے پر سجے ہوئے میوہ جات دل لبھاتے ہیں۔ یہ کام اب تحریم کی مستقل زمہ داری بننے والا تھا۔

شدانہ نے فون چیک کیا تو ابراہیم کی لاتعداد کالز اور واٹس ایپ میسجز تھے۔

کال لاگ میں جانے پر معلوم ہوا تھا کہ ایک کال اٹینڈ بھی کی گئ تھی۔اس کی ہنسی تھمی تھی۔ لیکن وہ چند سیکنڈز کے لیے تھا۔ناشتے پر معمول کے مطابق سب کچھ تھا۔تو اس کا مطلب تھا کہ کسی کو اچھی کچھ پتا نہیں چلا تھا۔

"لیکن یہ سب کب تک چھپ سکتا تھا۔۔۔"یہ سوچ اس کی جان نکالنے کے لیے کافی تھی۔ ابراہیم کو"ہائے"کا میسج کیا تو اس کا فوراً جواب آیا۔

"Too much busy , will talk soon .Take care"

اور آگے دل کا نشان بنا ہوا تھا۔وہ مسکرا دی۔صرف محبت کے پاس ایسی طاقت ہے جو لمحوں میں انسان کے دل کو ہر غم سے آزاد کر دیتی ہے۔محبت نے اس وقت شدانہ کو کو بھی آسمان پر پہنچا دیا تھا۔اور آسمان سے زمین پر آتے ہوئے دیر ہی کتنی لگتی ہے؟؟؟

تو آج وہ دن آگیا تھا۔جب یہ "Friendship Triangle" وقتی طور پر بکھر رہی تھی۔ اس کے تینوں نفوس نے اپنے اپنے سفر پر نکلنا تھا۔ابراہیم لیفیٹننٹ کرنل کے طور پر سوات جارہا تھا۔سوات چھاؤنی کچھ عرصہ پہلے بنی تھی۔وہ بھی وہاں کے حالات کے پیش نظر لوگوں نے کافی درخواست کی تھی تو پاک فوج نے سوات میں بھی امن کی صورتحال قائم رکھنے کے لیے چھاؤنی بنالی تھی۔نومبر 2016 میں پاکستان کے "The most celebrated" Ary chief جنرل راحیل شریف نے چھاؤنی کا افتتاح کیا تھا۔

تو ابراہیم کوئے یار جارہا تھا۔ان تینوں میں سب سے زیادہ خوش اور مطمئن ابراہیم تھا۔

خاور لاہور چھاؤنی میں جارہا تھا۔زندہ دلوں کے شہر میں۔جہاں اس کے جیسے خوش خوراکی کے شوقین افراد کی کمی نہیں تھی۔رنگ و بو کے سیلاب سے مزین ایک تاریخی اور پیارا شہر لاہور۔اور خاور کیا کم پیارا تھا۔بلوچستان کا پچاس فیصد حسن تو خاور کیانی پر ہی ختم تھا۔

طلحہ اسلام آباد جارہا تھا۔آئی ایس آئی کے ہیڈ کوارٹرز میں ٹریننگ لینے۔اسلام آباد دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک شہر۔شہر اقتدار،شہر سیاسیات۔سنا ہے یہاں کے لوگ بہت "Cool minded" اور "Boring" ہوتے ہیں۔لیکن طلحہ ایسا نہیں تھا۔وہ "cool minded" تھا مگر "Boring" ہرگز نہیں تھا۔

خاور اور طلحہ شہر محبت چھوڑ کر جا رہے تھے۔وہ شہر جہاں شمس کا مزار تھا۔وہ شہر جو عشق مجازی اور عشق حقیقی کی کئ انمول لازوال داستانیں اپنے اندر سموئے رکھتا تھا۔وہ شہر جہاں ان دونوں کی محبتیں سانس لیتی تھیں۔اختتام چاہے کتنا اعلیٰ کیوں نہ ہو وہ دل اداس کر دیتا ہے۔وہ پرو موٹ ہو کر جا رہے تھے۔ان کی زندگی کا پہلا عشق آرمی تھی۔مگر اس شہر محبت نے انہیں محبت کا عادی بنا دیا تھا۔سو اداس ہونا بنتا تھا۔یہ کیا بات ہوئی بندہ محبت بھی کرے اور محبوب کی گلیوں کو چھوڑ کر جائے تو اداس بھی نہ ہو۔بزرگ کہتے ہیں جہاں محبوب رہتا ہے وہاں کی مٹی بھی محبوب ہو جاتی ہے۔اور یہ شہر محبت تھا۔جہاں انہیں اپنی زندگی کی محبتیں ملی تھیں۔جہاں ان کی دوستی پائیدار ہوئی تھی۔جہاں ان کی بے شمار یادیں تھیں۔لیکن انہیں یہ چھوڑنا تھا اور ہر حال میں چھوڑنا تھا کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ تینوں اپنے اپنے گھر جا رہے تھے اور پھر وہاں سے سیدھے وہ اپنے اپنے علاقوں میں چلے جاتے کیونکہ انہوں نے جلد ہی جوائننگ دینی تھی۔اور کون جانے وہ کب مل پاتے۔یا شاید کبھی مل ہی نہ پاتے۔وطن سے محبت میں آگ و خون کا دریا پار کرنا پڑتا ہے۔یہ وفازادوں کا کھیل ہے۔اور وفا کی قیمت چکانا کسی کسی کے بس میں ہی ہوتا ہے۔

کوئٹہ بلوچستان کا سب سے مشہور شہر ہے۔ یہاں کے پکوان اور طرز زندگی اپنے اندر ایک الگ کشش رکھتے تھے۔ خاور کا شہر کوئٹہ تھا۔ وہ شہر جہاں کی برف باری سیاحوں کے لیے بھر پور کشش کا سامان بنی رہتی تھی۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے برف باری تو اب کم ہو گئ تھی۔ مگر کوئٹہ کی کشش اب بھی باقی تھی۔

اس بار وہ اپنی کامیابی کی مبارک باد وصول کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پسند سے بھی آگاہ کرنے آیا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ علینہ مان جائے گی۔ اور بالکل ٹھیک لگتا تھا۔ وہ مان جاتی پر ابھی زرا دیر تھی۔

خاور چار بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھا۔ کیانی خاندان سے تعلق رکھنے والا چشم و چراغ۔ بس اسے یہی فکر تھی کہ کہیں اس کے گھر والے ذات برادری کا ایشو نہ بنا دیں۔

اگر بنا بھی دیتے تو خاور نے کہاں رکنا تھا۔ اس نے اپنی منوانی تھی۔ کیا آج تک کھانے پینے سے اسے کوئی روک سکا تھا؟؟ نہیں نا۔ تو اب کون روک سکتا تھا؟

کالام سیاحوں کے لیے جنت نظیر وادی۔ یہاں کا ہر موسم خوبصورت ہے۔ سورج نکلتا ہے تو منظر بن جاتا ہے۔ غروب ہوتا ہے تو دل غروب ہونے لگتا ہے۔ سردی آتی ہے تو یہ وادی سفید چادر اوڑھ لیتی ہی۔ بہار آتی ہے تو سفید چادر سبز مخملیں قالین میں بدل جاتی ہے۔ گرمی آتی ہے تو ٹھنڈی ہوائیں اور خودرو جھاڑیاں قدرتی مناظر کی دلکشی بڑھاتے ہیں۔

طلحہ کی سرمئی آنکھوں میں حیرت تھی۔ جب بے بے نے اپنی بات مکمل کرلی۔

"ایک بات تو یہ ہے کہ میں شدانہ سے شادی نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ٹریننگ سے واپس آؤں گا تو بتادوں گا کہ کس سے شادی کرنی ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ وادی میرا اصل ہے۔ میں ایسی بیوی لاؤں گا جو یہاں رہنا پسند کرے گی۔۔۔"

اب کی بار بے بے کا منہ کھل گیا۔ یہ وہی طلحہ تھا جو ان کے آگے زبان نہیں کھولتا تھا۔

"تم تو بہت چالاک ہوگیا ہے طلحہ خاناں۔۔۔" بے بے فقط اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"ہاں لیکن تمہاری بہو معصوم ہو گی بے بے۔۔۔"وہ مسکرا کر بولا اور ماں کو ہکا بکا چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

"امارے ساتھ تو ہاتھ ہی ہو گیا۔۔۔"انہوں نے خود کلامی کی تھی۔

ہاتھ بے بے کے ساتھ نہیں بلکہ طلحہ کے دل کے ساتھ ہو گیا تھا۔اور بہت بڑا ہاتھ ہوا تھا۔ بس دو ورادا توں میں سمل طلحہ کا معصوم سا دل مکمل طور لیکر جا چکی تھی۔

سفینہ لاج آج میں رونق تھی۔خوشیوں کا سماں تھا۔تنویر علی خان ابراہیم کے فوج میں جانے کے بعد پہلی بار اسکی پروموشن سے خوش ہوئے تھے۔خوش تو فرازیہ تنویر بھی تھیں۔اور ابراہیم پر سکون ہوا تھا۔پہلی بار تھا کہ والد صاحب کے مزاج مل رہے تھے۔ورنہ دونوں باپ بیٹا مشرق اور مغرب بنے رہتے تھے۔درمیان میں باڑ کا کردار فرازیہ ادا کرتی تھیں۔ دونوں طرف سے ہونے والی زبانی گولہ باری انہیں ہی سہنی پڑتی تھی۔سوات میں اب کافی سہولیات تھیں۔مگر ابراہیم ہما کو ساتھ نہیں لیکر جانا چاہتا تھا اور یہ وہ سوچ چکا تھا۔پر انسان جو سوچتا ہے وہ اکثر ہو نہیں پاتا ہے۔

ابراہیم کی ساس سسر سے ملاقات اچھی رہی تھی۔ مظاہر آفندی خوش ہو گئے تھے۔ داماد کی کامیابی اور بیٹی کی چہرے کی سرخ رنگت نے انہیں سرشار کر دیا تھا۔

ابراہیم اپنی ماں سے ہر بات منواتا آیا تھا۔ لیکن اس بار بات ابراہیم کو ماننا تھی۔ ابراہیم بحث اور مباحثے کے بعد ہما کو لیے چلا آیا تھا۔

ایک بات قابل ستائش تھی۔ ابراہیم کے دل میں شندانہ کے لیے جو بھی تھا اس نے کبھی ہما کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی تھی۔ عام مردوں کی طرح طعنے مار مار کر ہما کا جینا بھی حرام نہیں کیا تھا۔ اس کے تمام حقوق و فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے رہا تھا۔ اور یہی اس کی صفات تھیں جس کی وجہ سے ابراہیم کا "Personality Aura" ہر جان انجان بندے کو اسکی طرف متوجہ کر دیتا تھا۔ وہ ہما سے ایک ہی وقت میں شرمندہ بھی تھا۔ تھوڑا بیزار بھی تھا۔ اصل امتحان تو تب شروع ہونا تھا جب شندانہ کو اس کی ہما کے ساتھ چھاؤنی میں آمد کا پتا چلتا۔

ابراہیم یہ جان چکا تھا کہ وہ منظر قیامت سے کم نہیں ہو گا ہاں زیادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن خیر وہ سنبھال لے گا۔ ملتان سے عصر کے بعد سوات کے لیے انکی فلائٹ تھی۔

روزی اور ریاض کا نکاح ہو چکا تھا۔روزی کا دل اگر خوش نہیں تھا تو کوئی خاص اداس بھی نہیں تھا۔کیونکہ اس نے جی بھر کر رونا پیٹنا ڈالا تھا اور تحریم اور یاور پر سینکڑوں طنز کے تیر برسائے تھے۔انسان کسی سے خودساختہ بھلا کتنی نفرت کر سکتا ہے۔دل بھی اداس ہو جاتا ہے جب آپ اسے محبت کی بجائے نفرت سکھا رہے ہوتے ہیں۔روزی کے دل نے بھی اب مزید نفرت سے انکار کر دیا تھا۔

روزی کے کہنے پر ریاض ولیمہ کے بعد اسے ایک ماہ کے لیے کراچی لیکر جا رہا تھا۔

سرخ ڈیزائنر جوڑے میں روزی اور سیاہ شیروانی میں ریاض دونوں ساتھ بیٹھے جچ رہے تھے۔شدانہ اور گل مکئی نے ان کی شادی کی شاپنگ کی تھی۔شادی فارم ہاؤس میں ہی تھی۔اور ولیمہ بھی۔سب خوش تھے۔کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ یہ کسی ملازم کی شادی ہے۔نیازی منزل کے مکین ہمیشہ اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے تھے۔اور یہی حسن تھا جو نیازی منزل کی جانب لوگوں کو کھینچتا تھا۔اور وہ کھینچے چلے آتے تھے۔شدانہ کو سفینہ لاج کے طلسم نے جکڑا تھا تو وہیں ابراہیم کو نیازی منزل کا حسن لے ڈوبا تھا۔ہر صورت نقصان ہی نقصان تھا۔

تحریم کو روزی کبھی پسند نہیں رہی تھی۔اس کا جب بھی سامنا ہوا تھا وہ اس سے کنی کترا کر نکل جاتی تھی۔ تحریم خود بھی حیران تھی کہ اس سے ایسی کیا خاص پرخاش تھی روزی کو لیکن وہ نظر انداز کر گئی تھی۔

ابراہیم کی پوسٹنگ کا تحریم کو پتا تھا مگر یہ پتا نہیں تھا کہ وہ سوات آ رہا تھا۔

فون کی گھنٹی نے تحریم کو خیالوں سے نکالا تھا۔

دوسری طرف فرازیہ مامی تھیں۔ تحریم خوش ہو گئی تھی۔

پھر انہوں نے ابراہیم اور ہما کے آنے کا بتایا تھا۔ تحریم بہت خوش ہو گئی تھی۔ چلو اس کے میکے سے بھی کوئی یہاں ہو گا۔اسی بات نے اس کے اندر بجلی بھر دی۔ان سے فلائٹ کا ٹائم پوچھ کر وہ سرشار تھی۔

وہ اب کچھ دیر میں یاور کے ساتھ ہما اور ابراہیم کو ائیر پورٹ پک کرنے جا رہی تھی۔ تحریم اُٹھی اور قدرے کم کام والا جوڑا نکال کر فریش ہونے چل دی۔

شادی کی تقریب دن میں تھی۔شدانہ نے ابھی تک کپڑے تبدیل نہیں کیے تھے۔ سرخ و سیاہ گوٹے کے کام والے جوڑے میں بڑے بڑے جھمکے پہنے اور ساتھ ہلکی سی لپ اسٹک اور آنکھوں میں کاجل لگائے،ہاتھوں میں کانچ کی بھر بھر چوڑیاں پہنے وہ نیازی منزل میں اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی پھر رہی تھی۔ اس نے روزی کے ساتھ بے تحاشا تصاویر بنائی تھیں۔ روزی اور ریاض کو ایک نیا فرنشڈ کوائٹر دے دیا گیا تھا۔روزی بہت خوش تھی کہ سب نے اس کا اتنا خیال رکھا تھا۔اسے قیمتی تحائف دیئے تھے۔

" آج دن بہت خوبصورت ہے۔۔۔"شدانہ نے کہا تھا۔

"ہاں جی لیکن شدانہ سے زیادہ نہیں۔۔"وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

عصر کا وقت تھا۔وہ اور پاپا فارم ہاؤس میں واک کر رہے تھے۔دلکش مناظر سے مزین یہ فارم ہاؤس ایک Wonder land" تھا۔لاکھوں قسم کے پودوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔سامنے گلاب کے باغ اور پھر یہ پہاڑ اور سبزہ۔یہ سب فارم ہاؤس کو ایک "Perfect Filmy place" بناتے تھے۔فارم ہاؤس کے مالکوں کو اس سے انس بھی بڑا تھا ۔اس میں زیادہ یاور کا کمال تھا۔شایان نیازی بھی مدد کروادیتے تھے۔مگر یاور اور اس کے عملے نے فارم ہاؤس کو "Artistic Touch" دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔جب بادل اور دھند اس عمارت کو گھیر لیتے تھے تو تب منظر اور بھی دلکش ہو جاتا تھا۔نیازی منزل میں رہنے والی تمام خواتین کو فارم ہاؤس بہت پسند تھا۔شندانہ اور تحریم تو اس فہرست میں اول نمبر پر تھیں۔

"اندر چل کر چائے پیتے ہیں۔آج تو کھانے کے بعد ہم نے اپنا کوٹہ پورا نہیں کیا۔۔"پاپا نے کہا تھا۔

"شیور۔۔۔۔"شندانہ بولی تھی۔

خاور لاہور پہنچ چکا تھا۔نئی جگہ تھی آخر کو وقت لگتا سیٹ ہونے میں۔ لیکن ابراہیم اور طلحہ ساتھ نہیں تھے۔اوپر سے علینہ بھی ملتان تھی۔

ایک کمزور سی جان اوپر سے اتنے روگ۔۔۔۔"خاور نے اسٹیٹس لگایا تھا۔

"ہاہاہاہ۔۔کمزور اور تم۔۔۔"طلحہ نے جواب دیا تھا۔خاور مسکرا دیا۔اسی چیز کو تو وہ مس کر رہا تھا۔

"کیا روگ لگا ہے کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔۔"علینہ نے بھی آج غیر متوقع طور پر جواب دیا تھا ۔

"بس ملتان یاد آ رہا ہے۔۔۔۔"بظاہر تو یہ عام جملہ تھا مگر ٹھاہ کر کے علینہ کے دل میں لگا تھا۔

"یہاں بھی سب اداس ہیں۔ آپ لوگوں کی وجہ سے رونق تھی۔فیونا اور گولڈی بھی اداس ہیں۔۔۔"علینہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے ٹائپ کیا تھا۔

New Era Magazine

جواب پڑھتے ہی خاور کا موڈ برباد ہو گیا تھا۔ "کیا ہے یار یہ فئیونا اور گولڈی رنگ میں بھنگ ڈالتی رہیں گی کیا۔۔" خاور نے اپنے بال نوچے تھے۔

"میاں لڑکی کی خصوصیات دیکھ کر محبت کرنی تھی نا۔ تم تو خواص جانے بغیر مر مٹے اب بھگتو ۔۔۔" وقت نے خوشنما قہقہہ لگایا تھا۔

"ماشاءاللہ فئیونا اور گولڈی بھی جدائی کی حس رکھتی ہیں۔۔۔" خاور نے یہ میسج ٹائپ کیا تھا ۔وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اتنے میں طلحہ کی کال آ گئی تھی۔

"یار کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان کسی کی عادت چھڑوا دے۔۔۔" خاور نے سلام دعا کے بغیر سوال داغا تھا۔

"السلام علیکم!" طلحہ نے شرمندہ کرنے کے لیے سلام جھاڑا۔

"وعلیکم السلام!" خاور نے دانت پیسے تھے۔

"اب بول کیا کہہ رہا تھا۔۔۔" طلحہ نے پوچھا۔

"میں اس علینہ کی بلیوں سے محبت سے اب ناک تک عاجز ہوں۔۔۔۔" خاور نے کہا تھا۔

"اب کیا ہو گیا۔۔؟" طلحہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

خاور نے ساری روداد سنائی تھی۔

"انتہائی بیوقوف ہے تو۔۔۔" طلحہ نے اسے ڈپٹا۔

"ارے میں نے کیا بیوقوفی کی ہے۔۔۔۔" وہ چیخا۔

"کیا پہلے کبھی علینہ بی بی نے تمہیارے اسٹیٹس کا جواب دیا ہے۔۔۔" طلحہ نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

New Era Magazine

"ہاں یہ تو پہلی بار تھا۔۔۔" خاور کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔خوبصورت سی آنکھوں میں حیرانگی اتر آئی تھی۔

"تو میرے پیارے گھامڑ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں بھی کچھ کچھ ہو رہا ہے۔۔۔" طلحہ کا لہجہ ذومعنی تھا۔

"ارے ہاں۔۔۔" خوشی خاور کے لہجے میں سما گئی تھی۔آفس کے شیشے سے نظر آتا گھاس کا قطعہ اچانک ہی خوشنما لگنے لگا تھا۔بیزاری اڑنچھو ہو گئی تھی۔چہرہ روشن تعبیر سا ہو گیا تھا۔وہ کھو گیا۔

ہیلو۔۔ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔" دوسری طرف طلحہ کی آوازیں تھیں۔

پھر لائن کٹ گئی تھی۔

اسلام آباد میں موسم خوشگوار تھا۔ فرحین کے گھر آئیں تو وہ اپنے کمرے میں بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ گرے تھیم کا بیڈروم اعلیٰ ذوق کو ظاہر کرتا تھا۔ سادگی سے سجے اس کمرے میں ایک طرف شیلف میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ پردے گرے ہوئے تھے اس لیے کمرے میں اندھیرا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر دائیں جانب پڑا جدید وی شیپ لیمپ کمرے میں مدھم روشنیاں بکھیر رہا تھا۔ فرحین چشمہ لگائے مشہور زمانہ کتاب "The fourty rules of love" پڑھنے میں مصروف تھی۔ فون وائبریٹ ہوا تھا۔ اس نے دیکھا شندانہ کے میسج تھے۔ روزی کی شادی کی تصاویر بھیجی گئی تھیں۔

اسے بہت اچھی لگی تھیں۔ ان سب میں اسے روزی سے زیادہ شندانہ کا جوڑا خوبصورت لگا تھا۔

اس نے بک مارک کتاب میں رکھا اور دلچسپی سے دوبارہ تصاویر دیکھنے لگ گئی۔

"میں بھی ایسا جوڑا لوں گی۔۔۔" اس نے شندانہ کو میسج کیا تھا۔

"آجاتی شادی پر کچھ حرج تھا کیا۔۔۔" شندانہ نے منہ بسورتے ہوئے وائس میسج کیا تھا۔

"موڈ نہیں تھا۔۔۔" وہ بولی تھی۔

"بھاڑ میں جائے تمہارا موڈ۔۔۔" شندانہ کہہ کر آف لائن ہو گئی تھی۔

فرحین ہنس دی تھی۔ فیس بک کھولی تو ان گنت نوٹیفیکشن ملے تھے۔
ایک نوٹیفیکشن پر وہ رُک گئی تھی۔

یہ اداس اداس پھرنا۔۔
یوں گم صم سا رہنا۔۔
یوں چپکے سب دیکھنا
یہ منڈیر پر تکتی نظریں
یوں آہٹ پر چونک جانا
یہ بکھری بکھری زلفیں
یوں بے حال سا پھرنا
سب بے وجہ نہیں ہے
کوئی سانحہ ہے گزرا
یہ ہجر کے آثار ہیں لگتے
یہ گوشہ نشین ہونا

یہ بہکے بہکے تیور

ہواؤں سے خفا پھرنا

یہ بے وجہ نہیں ہے

کوئی سانحہ ہے گزرا

ہاں اک سانحہ ہے گزرا

یوں راہ چلتے چلتے

نظر سے نظر ملی تھی

وہ گھائل ہوا

میں مائل ہوئی

سانحہ محبت قائم ہوا

یوں ہی نظر مل گئی تھی

کچھ بے وجہ نہیں ہے

یوں اداس پھرنا

یوں گم صم سا رہنا

ہاں سانحہ ہے گزرا

اک اور سانحہ چاہت

اک اور سانحہ محبت۔۔۔۔!

سمل کی طبیعت اب بہتر تھی۔دل بلاوجہ ہر چیز سے اچاٹ تھا۔رضا کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔وہ گاڑی لیکر نکل آئی تھی۔"پتا نہیں یہ ملتان اداس اداس کیوں ہے۔۔۔؟"اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

ڈرائیو کرتے ہوئے وہ اس روڈ پر پہنچ گئی جہاں طلحہ نے اسے لفٹ دی تھی۔

اس نے گاڑی کی رفتار کم کر دی تھی۔

"یہ مجھے ہو کیا رہا ہے۔۔۔۔"وہ بڑبڑائی تھی۔پھر اسے بھوک لگی تو فوڈ اسٹریٹ کی جانب گاڑی بڑھائی تھی۔وہ جیسے ہی وہاں داخل ہوئی سامنے سے ایک فوجی جیپ جا رہی تھی۔اس نے غور سے دیکھا تھا۔

"میں اسے کیوں ڈھونڈھ رہی ہوں۔۔۔۔"وہ سٹپٹائی اور برگر لیکر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔وہ عام حالات میں چند منٹ میں کھانا کھا لیتی تھی۔اب اس سے یہ برگر ہی نہیں کھایا جا رہا تھا۔وہ دل کی کیفیت سے گھبرا کر واپس گھر جا رہی تھی۔

New Era Magazine

شام ہو چکی تھی۔ نیازی منزل کی تمام روشنیاں گل کر دی گئی تھیں۔

یاور آج کچھ فارغ تھا تو وہ تحریم کو لیکر ائیر پورٹ چلا گیا تھا۔ بڑی اماں جو تقریب کے فوراً بعد سو گئی تھیں۔ اب تازہ دم ہو کر آتش دان والے کمرے میں آ گئی تھیں۔ سر شام ہی بادل اور ہوا چلنا شروع ہوئی تھی تو اب کافی ٹھنڈ تھی۔ گل گئی اور شایان نیازی بھی وہیں چلے آئے۔

سرخ و سپید رنگت کے ساتھ نفاست سے رکھی ہوئی ڈارھی میں اس وقت وہ سفید کرتا شلوار پہنے بہت جچ رہے تھے۔ بڑی اماں نے کافی دنوں بعد بہت غور سے بیٹے کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ چہرہ مطمئن تھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔" انہوں نے زیر لب پڑھا تھا۔ کیا" دیکھ رہی ہیں بڑی اماں۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

"تم مجھے صرف اماں ہی کہا کرو یہ بڑی کا اضافہ کتنا کیا ضروری ہے؟؟" وہ خفا ہوئی تھیں۔

وہ ہنس دیئے۔ گل مکئی نے بھی وجیہہ شوہر کو دیکھ کر بے اختیار "ماشاءاللہ" پڑھا تھا۔

"اب آپ دونوں خواتین کیا مجھے نظر لگائیں گی۔۔۔" وہ شریر لہجے میں بولے تھے۔

"نہیں ہم کیوں لگانے لگے۔۔" وہ دونوں یک زبان ہو کر بولی تھیں۔ دھانی رنگ کے کاٹن کے جوڑے پر گلابی شال اوڑھے گل مکئی بھی بہت خوبصورت دکھتی تھیں۔

بڑی اماں کو اب صرف ایک ہی قلق رہ گیا تھا کہ شیان کو اللہ نے اولاد نرینہ سے نہیں نوازا تھا ۔شوہر اور بیٹی کی موت کو وہ قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکی تھیں۔ خدا کے کاموں میں کیوں؟ کیا؟ کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ مگر وہ دل گرفتہ ہو جاتی تھیں۔ کل کو شدانہ بیاہ کر چلی جاتی۔ یاور کو اگر باپ واپس بلالیتا تو ان کا بیٹا تو اکیلا رہ جانا تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھیں کہ آندھی اور طوفان کی طرح شدانہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"اللہ اللہ یہ لڑکی مجھے ہولانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔۔۔" انہوں نے کہا تھا۔

"بڑی اماں آپکے چہرے کے زاویے بڑے خوبصورت لگتے ہیں جب آپ مجھے ڈانتی ہیں۔قسم سے دل میں ٹھنڈ پڑ جاتی ہے۔۔۔"شندانہ ان کے گلے لگ گئی تو کمرہ محفل زعفران بن گیا تھا ۔

"یہ جو تمہاری ادائیں ہیں نا بالکل گل لائی جیسی ہیں۔اس لیے میرا دل سکڑ تا رہتا ہے۔۔۔"وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی تھیں۔

"بعض اوقات میں بھی بھول جاتا ہوں کہ اسے شندانہ کہنا ہے یا گلہ لائی۔۔۔۔"شایان بولے تھے۔

"شندانہ اب جا کر ڈریس چینج کر لو اور کچھ انسانوں کے حلیے میں آجاؤ۔تحریم کے میکے سے اسکے کزن آرہے ہیں ولیمہ کے بعد پہلی بار کچھ تحمل کا مظاہرہ کرنا۔۔۔"گل مکئی بولی تھیں۔

"اچھاااا اجائے کے بعد ہو جاؤں گی فریش۔دراصل بات کچھ یوں ہے کہ مجھے اس جوڑے میں اپنے آپکو آئینے میں دیکھ کر بڑی اچھی فیلنگز آرہی ہیں تو تبدیل کرنے کا دل نہیں چارہا ۔۔۔۔"شندانہ نے کیمرے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا چلیں اب سب ادھر ہو جائیں سیلفی لیتے ہیں۔۔۔"اس نے کہا تھا۔

سب مسکرا دیئے اور مکمل تصویر بن گئی تھی۔

شندانہ کا دل تحریم کے کزن کے آنے کا سن کر چونک اُٹھا تھا۔

"لیکن ابراہیم کیسے آسکتا ہے؟؟؟"دل دھڑکا تھا۔بے اختیار ہی اسے اپنی آنکھیں بھیگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ان کے درمیان فقط جدائی تھی۔بات بھی تو بہت کم ہو پاتی تھی۔جب سے صلح ہوئی تھی۔ابراہیم کی مصروفیت کے باعث بات ہی نہیں ہو پائی تھی۔وہ روز فون کی اسکرین کو تکا کرتی تھی۔سر درد کا بہانہ بنا کر وہ وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔باہر بارش کی پھوار تیزی سے برس رہی تھی۔اور یہاں شندانہ کا جل بہنے لگا تھا۔

۔وہ زارو قطار رونے کے بعد کپڑے تبدیل کر کے سو گئی تھی۔اس کے پاس ہمت نہیں تھی کہ جا کر مہمانوں سے ملتی۔

جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ سوات ائیر پورٹ پر آج کل صرف نیشنل فلائٹس جاری تھیں تو اتنا زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔ تحریم اور یاور ان کو لیکر جلدی سے نکلے کیونکہ بارش کا موسم بن چکا تھا۔ ابراہیم نے کہا تھا کہ ہما چلی جائے وہ چھاؤنی جانا چاہتا ہے۔ مگر تحریم نے ایک نہیں سنی تھی۔ وہ اسے نیازی منزل لیکر ہی جانے والی تھی۔

"موسم بہت اچھا ہے۔۔۔" ہما کو سوات پسند آیا تھا۔

"ہاں یہاں ایسے ہی رہتا ہے۔ اب آپ آ گئی ہیں تو خوب مزہ کریں گے۔۔۔" تحریم بولی تھی۔

ابراہیم سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کو بس یہی خدشہ ستائے جا رہا تھا کہ دونوں کو ساتھ دیکھ کر شندانہ کے تاثرات کیا ہوں گے۔ اتنی مشکل سے تو انکی صلح ہوئی تھی۔ بڑے بڑے محبت جیسی بلا کے آگے سیدھے ہوتے دیکھے تھے، تو ابراہیم کیوں نہ ہوتا۔ وہ بھی ایک عدد دل رکھنے والا انسان تھا۔

لندن میں بہار اپ اپنا تسلط جما چکی تھی۔ موسم دلکش ہو گیا تھا۔ میری اس وقت نوشیر واں کی یونیورسٹی آئی ہوئی تھی۔ یونیورسٹی گراؤنڈ کی گھاس بہت خوشنما تھی۔ مختلف مذہب اور قومیت کے طالب علم آ جا رہے تھے۔ یہ دنیا مختلف رنگوں سے بنی ہے۔ اس کا ہر رنگ دوسرے سے جدا اور حسین ترین ہے۔ میری اس وقت ہاتھوں میں ٹیولپ پکڑے نوشیر واں کا انتظار کر رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہ آ گیا تھا۔

میری اور نوشیر واں کے تعلقات کچھ بہتر ہو گئے تھے۔ میری بس موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح سے اس لڑکی کا نام اگلوائے جو نوشیر واں کے دل میں تھی۔ اس نے بہت سوچا تھا مگر اسے کسی قسم کا سراغ نہیں ملا تھا۔ بعض اوقات آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ "کم سوچا کرو جلدی بوڑھی ہو جاؤ گی۔۔۔" نوشیر واں نے کہا تھا۔

"تم سے کم ہی سوچتی ہوں۔۔۔" ملٹی کلر کی اسکرٹ پر سیاہ بلاؤز پہنے میری کسی سوچ میں لگتی تھی۔

"لگتا تو نہیں ہے آج کل۔۔۔" اس نے بات بڑھائی تھی۔

"اچھا چھوڑو مجھے پزا کھلانے لے چلو۔۔۔" میری اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ہاں چلتے ہیں۔۔۔" وہ بولا تھا۔

جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں لیکن ملتے زمینوں پر ہیں۔ ضروری نہیں جہاں دل ملتے ہوں وہاں ہی خدا نے آپکا جوڑ بنایا ہو۔ بعض اوقات وہ آپکو آزما کر بہترین چیز دیتا ہے۔ میری نوشیرواں کے صبر کا پھل تھی۔ اور بلاشبہ یہ پھل بہت میٹھا اور پائیدار تھا۔

کتاب دل کے تمام صفحوں پہ ہم نے لکھا ہے نام محبت
ہمیں ہماری وفا کے آگے سزا سناؤ اداس کیوں ہو

ابراہیم کا چہرہ تاریک تھا جب وہ نیازی منزل میں داخل ہوئے تھے۔ اداسی جیسے رگ وپے میں رچ بس گئی تھی۔ یہ کہاں الجھ گیا تھا وہ۔

تحریم انہیں وہیں لے آئی تھی جہاں سب تھے۔ سردی بڑھ گئی تھی تو بڑی اماں کی وجہ سے آتش دان جلا دیا گیا تھا۔

شندانہ وہاں نہیں تھی۔ ابراہیم اور ہمانے چائے پی تھی۔ ان کا پر تکلف استقبال کیا گیا تھا۔ پھر تھکاوٹ کے باعث تحریم انہیں گیسٹ روم میں چھوڑ گئی تھی۔ ہمانے بھی شندانہ کا پوچھا تھا۔ جواب میں تحریم کچھ کہہ رہی تھی۔ ابراہیم سن نہیں سکا تھا۔

دراصل سارادن گھوم گھوم کر اسکے سر میں درد ہو گیا تھا۔ وہ اس لیے سونے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ ابراہیم کے نیازی منزل میں وہ رات بہت ہی اداس تھی۔ ایک طرف تو شندانہ کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ دوسری طرف ہما اسکے ساتھ تھی۔

بے چینی سی تھی۔ ایک طرف دل تڑپ رہا تھا تو دوسری طرف جان سلگ رہی تھی۔

روزی نے ریاض کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات رکھنے کا سوچ لیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ یک طرفہ محبت صرف اسے ہی جلا رہی تھی۔ باقی کسی کا کچھ نہیں بگڑنے والا تھا۔ اس نے عقل کی بات مان لی تھی۔ وہ تحریم اور یاور سے بغض بھی رکھنا چھوڑ دے گی اس نے سوچا تھا۔

New Era Magazine

ریاض نے اسے پکارا تو وہ چونک اُٹھی۔ اب کی بار لبوں پر شرمگیں مسکراہٹ واقع میں سچی تھی۔

"دیکھا میر اکمال۔۔۔" وقت نے آخری سانس لیتی یک طرفہ محبت کو جتایا تھا۔

"روزی کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔۔۔" محبت مطمئن تھی۔

ریاض کا دل آباد ہو چکا تھا۔ اسے محبت

مل چکی تھی۔ شہر محبت میں اس کے نام سے جشن منایا جارہا تھا۔ نیازی منزل میں رات روشن تھی۔ فضا میں بارش کی بوندوں کے ساتھ ایک پاکیزہ ملن کی مہک بھی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات جلدی سو جانے کے باعث صبح شندانہ کی جلدی آنکھ کھلی تھی۔ وہ فجر ادا کر کے فارم ہاؤس چلی آئی۔

شندانہ ابراہیم کی آمد سے بے خبر تھی۔ فارم ہاؤس میں صبح بہت روشن تھی۔ فیروزی اور سیاہ کاٹن کے جوڑے میں دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر ٹکائے وہ واک کر رہی تھی۔ اچانک پھولوں

کی ٹوکریاں اسے نظر آئیں۔باغ سے پھول چنے جارہے تھے۔ایک قطار میں پڑی گلاب کے پھولوں سے لبالب بھری ہوئی لکڑی کی ٹوکریاں بہت بھلی محسوس ہورہی تھیں۔

ہلکی سی دھند نے فرام ہاؤس کے باہر کا منظر خوابناک کر دیا تھا۔سفید شان سے کھڑی عمارت کا جاہ و جلال دیکھنے کے لائق تھا۔پہاڑ اور سبزے کے بیک گراؤنڈ نے فارم ہاؤس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔اور اس حسن کو دو آتشہ بنانے اب شندانہ چلی آئی تھی۔خوابناک مناظر میں گلاب چہرہ کیا کمال تھا۔

مالی بابا کو اوپر ٹیرس پر ٹھہرا کر گلاب کے پھولوں کی ٹوکری پکڑائی اور نیچے سلمٰی کو تصاویر کھینچنے کے لیے کیمرہ پکڑوا دیا۔اس حصے میں فارم ہاؤس کے ملازمین کی آمدورفت کم ہی تھی تو ساری خواتین آسانی سے آتی جاتی تھیں۔شندانہ نے گنتی کی اور اوپر سے پھول گرنے لگے۔نیچے وہ گھومنے لگی اور سلمٰی کھٹا کھٹ تصاویر بنانے لگی۔ایک دلچسپ منظر تخلیق ہو گیا تھا۔ایسے لگتا تھا محبت محورقص ہے۔ابراہیم نے اوپر گیسٹ روم کی کھڑکی سے پردہ ہٹایا تو سامنے شندانہ تھی۔ہماواش روم فریش ہونے گئی تھی۔سج دھج کر پھولوں کی بارش میں بھیگتی ہوئی۔نیازی منزل میں ایسا شاندار استقبال ابراہیم کو کبھی نہیں بھولنے والا تھا۔

ابراہیم کے اندر تک چراغ جل اُٹھے۔اسے یہ بھول گیا کہ وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔اسے یاد رہا تو صرف یہ کہ سامنے اس کی محبت ہے۔واقعی نیازی منزل کی طرح اس کے مکینوں میں بھی کشش تھی۔جو بھی اندر داخل ہو جاتا تھا وہ اس کے حصار میں آ جاتا تھا۔شندانہ کی محبت کے حصار سے نکلنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔چند منٹ بعد منظر تبدیل ہو گیا تھا۔وہ اندر داخل ہو گئ تھی۔ سلمیٰ بیچاری بھی ڈیوٹی کے ختم ہونے پر اندر بھاگی۔شندانہ نے اسے اچھا فوٹو گرافر تو بنا ہی دیا تھا۔اسے اپنے وجود پر کسی کی نظروں کا احساس ہوا تھا لیکن اسے لگا کہ وہ وہم ہے۔وہ سر جھٹک کر اندر آ گئ تھی۔اب ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔پتا نہیں کیوں جب جب بارش ہو تی تھی اسے ابراہیم بہت یاد آتا تھا۔ کبھی وہ خوش ہو جاتی اور کبھی بے پناہ اداس۔اپنے دل کی اس طبیعت سے گھبرا کر وہ فارم ہاؤس سے اب گھر جا رہی تھی۔

ابراہیم دل مسوس کر کے رہ گیا تھا۔وہ ابھی تک اس کی آمد سے بے خبر تھی۔وہ بے خبر کیسے رہ سکتی تھی۔ محبت کرنے والوں کے دل تو الہام سے جڑے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ اس کی زندگی میں صرف شندانہ نہیں تھی۔اور اس کی فوج کی سخت ترین جاب تھی۔ جس سے فراغت پا کر ہی وہ شندانہ سے بات کر پاتا تھا۔وہ کونسا چوبیس گھنٹے اسے وقت دے

رہا تھا جو اسے الہام ہوتے۔ ابراہیم کی محبت شندانہ سے پرانی اور شدید تر تھی۔ لیکن شندانہ ابھی نئی نئی اس راہ کی مسافر ہوئی تھی۔

اس کے ہاتھ میں فون بھی نہیں نظر آیا تھا تو اس سے رابطہ وہ کیسے کرتا۔ یہی سوچ اس کا سر دُکھا رہی تھی۔

"تو کیا کل رات سے تم گھاس بیچ رہے تھے۔۔۔" عقل نے طنز کیا تھا۔

تحریم نے آج بہت ہی دل سے ناشتہ تیار کروایا تھا۔ گلابی کاٹن کے جوڑے میں تیار اس وقت وہ ٹیبل سجا رہی تھی۔

"لگتا ہے آئے روز ہمارے سسرال والوں کو دعوت دینے پڑے گی، تاکہ آپ کا مزاج خوشگوار رہے۔۔۔" یاور نے اسے چھیڑا تھا۔ اسکن کلر کے کرتہ شلوار میں ملبوس وہ تحریم کو دیکھ رہا تھا۔ بلکہ دیکھی جا رہا تھا۔

New Era Magazine

"پہلے کون سا میں مرچیں چبا رہی ہوتی ہوں بس کر دیں یہ مزاق۔۔۔۔" تحریم نے نخرے دکھائے تھے۔

"اچھا جی جو حکم۔۔۔" وہ اب فون پر مصروف ہو گیا تھا۔

شایان نیازی اور گل مکئ چلے آئے تھے۔

"آج ولیمہ کی تیاری کیسی ہے؟" گل مکئ بولی تھیں۔

"جی اچھی ہے" یاور نے جواب دیا تھا۔

"اسلام علیکم!" شندانہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی تھی۔ باہر ٹھنڈی ہواؤں سے اس کا چہرہ گلابی پڑ گیا تھا۔

"وعلیکم السلام" سب نے باجماعت جواب دیا تھا۔

گلاب کی کچھ پتیاں ابھی تک بالوں میں اٹکی ہوئی تھیں۔

New Era Magazine

شندانہ سامنے گلاس وال میں اپنا حلیہ درست کر رہی تھی کہ اسے آئینے میں ابراہیم کا عکس نظر آیا تھا۔یونیفارم میں ملبوس سنجیدہ سا ابراہیم اور ساتھ ہی ہما۔ابراہیم کی نظریں بھی اس پر جم گئی تھیں۔اس کے بالوں میں اٹکی گلاب کی پتیاں جیسے کچھ کہہ رہی تھیں۔اگر تحریم اسے نہ پکارتی تو وہ شاید بے اختیار ہو ہی جاتا۔

شندانہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ محض خیال نہیں تھا وہ مجسم خود تھا۔یونیفارم میں تو وہ اور بھی دلکش لگتا تھا۔

وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ ان سے ملی تھی۔آنکھوں میں شکایت تھی۔

"اگر آنا تھا تو اکیلے آتے نا۔۔۔"

"میرے لیے ممکن نہیں تھا۔۔۔"ابراہیم کے ماتھے پر جواب لکھا ہوا تھا۔وہ نظریں جھکا گئی تھی۔ابراہیم بے آرام ہوا تھا۔

"بڑی اماں نہیں کریں گی ناشتہ۔۔۔"یاور نے پوچھا تھا۔

"وہ زرا دیر سے کریں گی۔۔۔۔"جواب گل مکئ کی طرف سے آیا تھا۔

ناشتے کا آغاز ہو گیا تھا۔شندانہ جو پراٹھے سے ہی ناشتے پر راضی ہوتی تھی،اس نے صرف تھوڑا سا حلوہ ہی لیا تھا۔

ابراہیم اس کی کیفیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔اپنی عادت کے مطابق اس نے بھاگم بھاگ ناشتہ کیا اور اجازت لیکر باہر چلا گیا جہاں اسے چھاؤنی کے لوگ لینے آئے ہوئے تھے۔

"یہ شخص اپنی موجودگی کی بھیک بھی نہیں دیتا ہے۔۔۔۔"شندانہ کی آنکھیں نم ہوئ تھیں ۔اس نے بے اختیار پانی کا گلاس منہ سے لگایا تھا۔شندانہ کے علاوہ سب سکون سے ناشتہ کر رہے تھے۔

وہ چھاؤنی کس دل سے آیا تھا یہ وہ جانتا تھا۔ شندانہ کی جھکی پلکوں سے اس نے جان لیا تھا کہ وہ چاہتی تھی کہ وہ سامنے بیٹھا رہے۔ مگر ابراہیم کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بے اختیاری میں کچھ کرتا وہ چلا آیا تھا۔

یہاں بہت سارے کام توجہ طلب تھے۔ ہما کو وہ شام میں لے آتا۔

ہما روزی کے ولیمہ کا سن کر بہت خوش تھی۔ وہ کوئی کامدار جوڑا تو ساتھ لائی نہیں تھی۔ تحریم نے اسے اپنا ایک کھلا کرتا پہننے کے لیے دیا تھا۔ ہما اور تحریم نے خوب گپیں لگائی تھیں۔ ہما یہاں آکر قدرے اطمینان اور سکون سے تھی۔ اس شہر محبت میں سب سے پر سکون ہما کا کردار تھا۔ وہ وقتی واہموں کا شکار ہوتی اور پھر سے خوشی کے ہنڈولے میں جھولنے لگتی۔

شندانہ ناشتہ کے بعد سے اپنے کمرے میں تھی۔ پھر اسے روزی کو بھی تیار کرنا تھا۔

"یہ شندانہ کیسی ہے تمہارے ساتھ۔۔۔" ہما نے تحریم سے پوچھا تھا۔

تحریم اسے فروٹ کاٹ کر دے رہی تھی۔

"میرے ساتھ یہاں سب واقعی بہت اچھے ہیں۔۔۔" تحریم واقعتاً خوش تھی۔

جتنا ابراہیم سب کو عزیز تھا۔اس کے حوالے سے ہما عزیز تر تھی۔ تحریم کل سے بچھی جارہی تھی۔ گل مئی اور بڑی اماں کو بھی ہما پسند آئی تھی۔

ہما کا وجود اب قدرے بھرا بھرا لگتا تھا۔ماتا کی سرخی اس کے چہرے پر روشن تھی۔

ابراہیم فراغت پاکر ہما کو لینے آیا تو شایان نیازی نے اسے روک لیا۔وہ اب انکار تو نہیں کر سکتا تھا۔وہ احتراماً رک گیا۔ تحریم نے اس کے لیے ایک جوڑا نکال دیا تھا۔سیاہ قمیض شلوار میں بازو فولڈ کیے وہ اداسی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

طلحہ کو بھی یاور نے بلا رکھا تھا۔ابراہیم بہت خوش ہوا تھا۔

"مبارک ہو لیفٹننٹ صاحب!" طلحہ نے مبارک باد تھی۔

"خیر مبارک۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"یار ایسا لگتا ہے کچھ کمی ہے۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"ہاں ملتان رہ رہ کر یاد آتا ہے۔۔۔" طلحہ بولا تھا۔

پھر ان کی لامحدود گفتگو جاری تھی۔ جس میں شایان نیازی اور اوریاور بھی شامل ہو گئے تھے۔

ابراہیم نپے تلے لہجے میں بولتے ہوئے مقابل کو متاثر کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔

"میرے مالک! بالکل ایسا لڑکا میری شندانہ کی قسمت میں لکھ دے" شایان نیازی نے دھیمے لہجے میں بولتے ابراہیم کو دیکھ کر دعا کی تھی۔ حالانکہ ان کے خاندان میں نہ پڑھے لکھے خو بصورت لڑکوں کی کمی تھی اور نہ ہی رشتہ کا کوئی مسئلہ تھا۔ پر کچھ ایسا تھا جو صرف ابراہیم کی شخصیت میں تھا۔ ابراہیم کا شمار انسانوں کی دنیا میں پائے جانے والے چند "Rare Elements" میں تھا۔ وجاہت، زہانت، حسب و نسب اور سب سے بڑھ کر

"Personality Trance"ساتھ میں آنکھوں سے جھلکتی ستاروں جیسی چمک اسے کروڑوں میں ممتاز رکھتی تھی۔

وہ کہکشاؤں کی ملکہ

شہر محبت میں

ننگے پاؤں چلی آ رہی ہے

وہ پھولوں پر چلنے والی

کانٹوں بھرا رستہ چن کر

آ رہی ہے۔۔۔!!

ہیلز ہاتھ میں پکڑے وہ ندی کی طرف چلی آ رہی تھی۔ اپریل کا مہینہ چل رہا تھا تو ندی میں پاؤں ڈال کر بیٹھنا اب بھی بہت مشکل تھا مگر جب اندر آگ لگی ہو تو ٹھنڈ کا احساس کہاں ہوتا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ خوش ہو یا اداس۔ صبح سے اس کی متضاد کیفیات تھیں۔ خوشی یہ تھی کہ ابراہیم پہلی بار نیازی منزل آیا تھا۔ لیکن غم یہ تھا کہ اس کے ساتھ ہما بھی آئی

تھی۔ اور اس غم کے سامنے خوشی پھیکی پڑ گئی تھی۔ ہما کے چہرے پر بہار کا سایہ تھا جو روشن حقیقت تھی۔

شندانہ نے تمام تقریب میں احتیاط کی تھی کہ اس کا سامنا ابراہیم سے نہ ہو اور وہ اس کوشش میں کامیاب رہی تھی۔ ابراہیک طلحہ کے ساتھ فارم ہاؤس سے نکلا تو طلحہ نے اس رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ابراہیم کی نگاہ سامنے اُٹھی تھی اور پھر پلٹنا بھول گئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ابھی تک جوتے تھے۔ پاؤں ٹھنڈے پانی میں بھگوئے سفید اور گلابی رنگ کے جوڑے میں دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر جمائے وہ بیٹھی تھی۔ مانگ الٹی نکالی ہوئی تھی تو آدھا چہرا چھپ گیا تھا۔

ابراہیم کا دل کیا کہ وہ یہاں سے آواز دے تاکہ شندانہ سن لے لیکن وہ شکستہ قدموں سے پلٹ گیا تھا۔ شندانہ کی نظریں ابھی بھی نادیدہ نکتے پر براجمان تھیں۔

New Era Magazine

سمین آپا نے رات میں ابراہیم اور ہما کو لیکر عجیب و غریب خواب دیکھا تھا۔ صبح نماز کے بعد ہی انہوں نے صدقہ دیا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ ہما کو فون کرنے والی تھیں۔

ہما سے فون پر بات ہوئی تو اسے مطمئن اور خوش دیکھ کر انہیں سکون ملا تھا۔ لیکن کچھ ایسا تھا جو سب کی نظروں سے اوجھل تھا۔ ابراہیم ابھی کافی مصروف تھا اس سے سرسری بات ہو پاتی تھی۔ وہ ابراہیم سے تفصیلاً بات کرنا چاہتی تھیں۔

طلحہ سوات سے سیدھا لاہور آیا تھا۔ خاور کے ساتھ دن گزار کر پھر وہ رات اسلام آباد چلا جاتا ۔

"یار ابراہیم کیسا ہے؟" خاور نے پوچھا۔ حالانکہ دن رات اسکا ابراہیم سے رابطہ تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے وہ ہما بھی خوش ہے۔ تحریم جو ہے وہاں۔۔" طلحہ نے کہا تھا۔

"ملتان اداس کرتا ہے۔۔۔" خاور بولا تھا۔

"ہاں مجھے بھی۔۔۔" طلحہ اداسی سے مسکرادیا تھا۔ رضا سے سرسری رابطہ تھا۔ اور وہ سمل لمحہ بھر کو ٹک کر نہ بیٹھنے والی لڑکی کیا اب بھی ویسے ہی راستوں پر دوڑتی پھرتی ہو گی۔ وہ تو سوائے میرے نام کے کچھ نہیں جانتی۔ اور میں ہوں جو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ طلحہ گہری سوچ میں تھا۔

علینہ کو ایک ہفتے سے سب عجیب وغریب لگ رہا تھا۔ وہ اسے شاید موسم کی تبدیلی کا اثر سمجھ رہی تھی۔ اس نے نا تو وڈ ہاؤس کی صفائی کی تھی اور نہ ہی فینو نا اور گولڈی کے نخرے اُٹھائے تھے۔ بس فضا میں اداسی رچ بس گئی تھی۔ مگر کچھ تھا ایسا جو موسم اور ہر چیز سے ماورا تھا۔ کوئی گہرا اندر ہولے ہولے سانس لیتا احساس جو ابھی منظر عام پر نہیں تھا۔ بھابھیاں آج کل دل وجان سے علینہ کے لیے رشتے کی تلاش میں تھیں۔

"اُفف یہ تحریم کی بچی زرا لیٹ شادی کروالیتی۔۔۔" علینہ بڑبڑائی تھی۔

"کیوں کرواتی لیٹ؟؟ تم بھی ذہن بناؤ بہت ہو گئ بلیوں کی ناز برادریاں۔۔۔" ساعقہ بیگم گو یا ہوئیں۔

"امی ی ی۔۔۔" علینہ بڑبڑا کر اپنے کمرے میں چلی گئ۔

"کچھ زیادہ ہی چڑچڑی ہو گئ ہے یہ۔۔۔" انہوں نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

ادھر ملتان میں آئیں تو شیرازی ہاؤس میں اس وقت قدرے سکون تھا۔

اتنے دنوں سے دل و دماغ میں جنگ سے گھبرا کر سمل نے آج طلحہ کو مبارک باد کا رسمی سا پیغام بھیج ہی دیا تھا۔

طلحہ کی تو جیسے لاٹری نکل آئ تھی۔ پہلے تو اسے یقین ہی نہیں آیا لیکن جب بار بار نیچے سمل کا نام پڑھا تو پھر یقین آ ہی گیا تھا۔ خاور اسے ابھی ائیرپورٹ چھوڑ کر گیا تھا۔ اسلام آباد کا سفر شاندار گزرنے والا تھا۔

اس نے شکریہ کا میسج کر دیا تھا۔ فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہوئی تو وہ چونک گیا۔

بہار کی بارشوں کا سلسلہ جاری تھا۔ شندانہ اور ابراہیم کے درمیان ہنوز خاموشی تھی۔ ابراہیم جھجھک رہا تھا۔ جبکہ وہ اسکی طرف سے پیغام کی منتظر تھی۔ ہاں نظر کا تعلق قائم تھا، کہ کالج آتے جاتے ابراہیم کا سامنا ہو جاتا تھا۔ سب سمجھتے تھے کہ کرنل صاحب بہت فرض شناس ہیں۔ روز صبح صبح چکر پورے علاقے کا چکر لگاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابراہیم فرض شناس آفیسر تھا۔ لیکن روز خود ڈرائیو کرنے کا مقصد شندانہ کو کالج تک چھوڑنا تھا، وہ بھی بلاناغہ۔ شندانہ جو ہفتے میں دو سے تین چھٹیاں لازمی کرتی تھی اب توریگولر ہو گئی تھی۔

بڑی اماں اور گل مکئ خوش تھیں کہ چلو اب شندانہ کا دھیان پڑھائی کی طرف ہے۔ لیکن شندانہ کا دھیان تو ابراہیم کی طرف تھا۔

یہ خاموش محبت بہت تیزی سے دونوں کے دل میں جگہ بنا رہی تھی۔ شندانہ ہر حقیقت جانتے ہوئے ابراہیم کو اپنے دل کی اونچی مسند پر بٹھا چکی تھی۔

اسلام آباد ہیڈ کوارٹرز میں طلحہ کی ٹریننگ جاری تھی۔ابھی تو فون اس کے پاس تھا۔آئی ایس آئی دنیا کی زہین ترین ایجنسی تھی۔اسی لحاظ سے اس کی ٹریننگ جان جوکھوں کا کام تھی۔طلحہ نیازی کے لیے یہ کام مشکل تھا مگر وطن کی محبت کے آگے تمام مشکلات ہیچ تھیں۔اس کی اور سمل کی کبھی کبھار بات ہونا شروع ہو گئی تھی۔ان کے درمیان ہر موضوع زیر بحث آتا تھا۔مگر کبھی محبت زیر بحث نہیں آئی تھی۔

سمل خوش تھی۔وہ خوش تھی تو طلحہ بھی خوش تھا۔اور ٹریننگ میں اسے "Thrill" نظر آرہا تھا۔لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ سمل سے اظہار محبت کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ "Thrill" کا سامنا کرنے والا تھا۔

"کوئی اگر خوش ہو رہا ہو تا ہے تو تمہیں تکلیف ہو جاتی ہے۔۔۔۔" محبت نے وقت سے کہا تھا۔وقت چند دن سے خاموش تھا۔اور اس کی خاموشی میں ہمیشہ سے ہی طوفان چھپا ہو تا تھا۔

سمین آپا کو ابراہیم سے بات کرنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔ سلام دعا کے بعد وہ مدعا پر آئی تھیں
۔

"ابراہیم سچ سچ بتانا کیا تم ہما کے ساتھ خوش ہو؟؟" سمین آپا نے کئی دن سے دل میں اٹکے سوال کو زبان دی تھی۔

"کیوں وہ آپکو میرے ساتھ خوش نہیں لگتی کیا؟" اس نے الٹا سوال کیا تھا۔

آج وہ جلد ہی گھر آ گیا تھا۔ ہما ڈنر کے بعد سو گئی تھی۔ وہ دوسرے کمرے میں تھا۔

"وہ تو تمہارے ساتھ خوش لگتی ہے۔ پر تم اس کے ساتھ خوش نہیں لگتے۔۔۔" سمین آپا نے کہا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟؟؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"یہ وہ سوال ہے جس کا تم جواب دینا نہیں چاہتے۔۔۔" وہ بحث کرنے لگی تھیں۔

"آپکو کہاں سے لگا۔ہما میرے ساتھ ہے۔میں اپنے فرائض نبھا رہا ہوں۔اس کے علاوہ آپ کیا چاہتی ہیں۔۔۔"وہ زچ ہوا تھا۔ایک تو طویل عرصہ سے شندانہ سے بات نہیں ہوئی تھی۔ اوپر سے ملاقات کی کوئی سبیل نہیں نکل رہی تھی۔وہ آج کل شدید چڑچڑا ہو رہا تھا۔

"میں وہ جاننا چاہتی ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔۔۔"وہ بولی تھیں۔

"سب ٹھیک ہے آپا۔لیکن یہ ضروری تو نہیں جو گھر میں ہو وہ دل میں بھی ہو۔۔۔"ابراہیم نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

سمین آپا کے لیے یہ الفاظ نہیں تھے بلکہ دھماکہ تھے۔وہ ابراہیم کی زندگی کے ہر گوشے سے واقف تھیں۔ہما اور ابراہیم کو ساتھ دیکھ کر کتنی بار انہیں خیال آتا تھا کہ ابراہیم کے لیے ہما صرف ایک فرض تھی۔وہ ابراہیم کے دل کی ہر بات جان لیتی تھیں۔لیکن یہ بات کیوں نہیں جان سکی تھیں۔جو بھی ہوا تھا یا تو شادی پر ہوا تھا یا اس کے بعد۔کیونکہ اگر پہلے کوئی بات ہوتی تو ابراہیم کبھی بھی ہما سے ازدواجی رشتہ قائم نہ کرتا۔

لیکن وہ کون تھی؟ جس نے ابراہیم کا دل اپنے بس میں کر لیا تھا۔ اب یہ ایک راز تھا۔ اور بزرگ ٹھیک کہتے ہیں کہ ہر راز اپنے وقت پر کھلتا ہے۔ جب تک وہ سب کچھ جان نہ لیتیں کسی سے بھی اس بارے میں بات کرنا بے سود تھا۔ اور یہ تو یقینی بات تھی کہ ہما کچھ نہیں جانتی تھی۔

نیازی منزل میں وہی روز و شب تھے۔ تحریم اور یاور کا روٹھنا منانا۔ بڑی اماں اور گل مئی کی لمبی نشستیں۔ یاور اور شندانہ کی نوک جھونک۔ روزی اور ریاض کراچی گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے۔ سامنے گلاب کے باغ میں بہار عروج پر تھی۔ اس بار تو خدا کی رحمت تھی کہ گچھے کہ گچھے لگ رہے تھے۔ شندانہ کی وہی پڑھائی اور پینٹنگ جاری تھی۔

لیکن ان سب میں یہ احساس سب سے جاندار تھا کہ ابراہیم یہیں آس پاس تھا۔ لیکن یہ احساس اس وقت بے بسی میں بدل جاتا جب نہ ہی بات ہو پاتی تھی اور نہ ہی ملاقات۔

شندانہ کو آج نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ابراہیم آن لائن تھا۔ وہ کتنی دیر ہی اس کی ڈی پی کو دیکھتی رہی۔

"مجال ہے جو کوئی میسج کر دے یہ شخص اپنی خاموشی سے ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔"وہ غصے سے بڑبڑائی تھی۔

اس ظالم نے خاموشی توڑ ہی دی تھی۔

"I miss You Shandana.Want to meet you"....

یہ الفاظ تھے یا خوشی کا پروانہ تھے۔

"Miss You Too"

شندانہ نے فوراً ٹائپ کیا تھا۔

ابراہیم کی کال آنے لگی تھی۔

"اسلام علیکم!"گھمبیر لہجہ میں سلام کیا گیا۔

"وعلیکم السلام "نروٹھے لہجے میں جواب دیا گیا تھا۔

"کیسی ہو؟؟"پوچھا گیا۔

"آگیا خیال؟مل گئ فرصت؟فرض شناسی پوری ہو گئ؟؟"شندانہ نے کہا تھا۔

"خیال تھا پر فرصت نہیں تھی۔اور ابراہیم علی خان اتنا فرض شناس نہیں ہے کہ وہ روز ڈرائیو کر کے پورے سوات کا خواہ مخواہ چکر لگائے۔۔"کہا گیا تھا۔

"ایسی خاموش پیچھا کرنے والی محبت نہیں پسند مجھے۔۔۔۔"شندانہ نے کہا تھا۔لہجے میں آگ تھی۔

"ابھی اسی پر اکتفا کرو۔۔۔"وہ نرم لہجے میں بولا تھا۔

وہ خاموش ہو گئ تھی۔اور وہ خاموشی میں پنہاں شکوے سننے لگا۔

"اسے بھی تو ساتھ گھمایا کرو نا پورا شہر۔۔۔"وقفہ سے گویا ہوئی۔

"یہ تم چڑا رہی ہو یا میرا مزاق بنا رہی ہو؟" ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"میں سچائی بتا رہی ہوں ابراہیم۔وہ سچائی جو میرا دن رات مزاق اُڑاتی ہے۔۔۔"شندانہ کا لہجہ بھیگ رہا تھا۔

ابراہیم نے گہرا سانس لیا۔

"اچھا ولیمہ پر مجھ سے پردہ ضروری تھا کیا۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"ہاں ضروری تھا۔۔۔"شندانہ نے جھٹ سے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں لے لو امتحان۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"جی تو کیسے یاد کیا آپ نے آج۔۔۔"شندانہ فوراً تکلفات پر اتر آئی تھی۔

New Era Magazine

"جن سے محبت کی جائے وہ حفظ ہوتے ہیں شندانہ۔ یاد کا

توسرے سے سوال بنتا ہی نہیں ہے۔۔۔" ابراہیم نے گہرے لہجے میں کہا تھا۔

شندانہ سارا غصہ بھول گئ تھی۔

"سوات آنے سے پہلے ایک میسج کر دیتے۔ نیازی منزل میں رات گزار کر بھی اطلاع نہ دی ۔۔۔" اصل غم تو اب نکلا تھا۔

"بس میں تمہاری ناراضگی سے ڈرتا تھا۔۔" وہ معصوم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"کیا میں یہ مان لوں کہ ابراہیم علی خان شندانہ نیازی کی پرواہ کرتا ہے۔۔۔" شندانہ کا لہجہ خو بصورت ہوا تھا۔

"مان لو تو اچھا ہے، نہیں مانو گی تو منوا لوں گا۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"اچھی زبردستی ہے ویسے۔۔۔" شندانہ نے کہا تھا۔

"کیا میری محبت بوجھ ہے شندانہ؟؟" ابراہیم کا لہجہ ترش تھا۔

"نہیں بوجھ نہیں ہے ابراہیم جو تمہارے گھر میں رہتی ہے نا وہ میری محبت کو بوجھ بنا دیتی ہے ۔میں کسی کی بدعا نہیں لینا چاہتی۔۔۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"ضروری نہیں جو گھر میں ہو وہ دل میں ہو۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"لیکن وہ نکاح میں تو ہے نا ابراہیم۔اور میں صرف دل میں نہیں رہنا چاہتی گھر میں بھی رہنا چاہتی ہوں۔۔۔" شندانہ نے کہہ کر فون کاٹ دیا تھا۔

"یہ اس کی درمیان میں فون کاٹنے کی عادت کبھی نہیں جائے گی۔۔۔" ابراہیم خوشگوار موڈ کے ساتھ بڑبڑایا تھا۔شندانہ کا خوبصورت اظہار اس کا دل سرشار کر گیا تھا۔

اسے کچھ دیر پہلے والی اپنی اور سمین آپا کی بحث یاد آئی تو اس کا دل خراب ہو گیا

"جو بات ہوئی تھی وہ ہمارے درمیان ہی رہنی چاہیے۔۔۔" ابراہیم نے سمین آپا کو پیغام بھیجا اور سو گیا تھا۔

اپریل ختم ہو رہا تھا۔لاہور میں گرمی شروع ہو چکی تھی۔ فوج میں ہر عہدے پر رہ کر کام کرنا پڑتا تھا۔ جیسے رینک بڑھتا ذمہ داری بھی بڑھتی تھی۔ پاک فوج دنیا کی مضبوط ترین فوجوں میں سے ایک تھی۔اس کی وجہ صرف اور صرف "Discpline" تھا۔خاور نے پریڈ سے واپسی پر اپنے جوتے اتارے تو پاؤں گرمی کے باعث سرخ ہو چکے تھے۔ اکثر فوجیوں کو "Fungal Infection" ہو جاتا تھا۔کیونکہ نمی اور ہوا کی کمی کی وجہ سے پاؤں ٹھیک نہیں رہتے تھے۔ صرف سوشل میڈیا پر بیٹھ کر فوج کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا آسان تھا۔ اصل میں فوجی بن کر ملک و قوم کی خدمت کرنا آسان نہیں تھا۔بالکل بھی آسان نہیں تھا۔

خاور نے پاؤں پر آئنمنٹ لگائی اور بستر پر ڈھے گیا۔ فراغت تھی تو علینہ کا خیال آیا تھا۔

"اسلام علیکم !ملتان کیسا ہے؟؟ گولڈی اور فیونا کیسی ہیں؟؟ آپ کی روٹین کیسی جا رہی ہے؟" وہ پیغام بھیج کر مسکرا دیا تھا۔

لمحے کے ہزارویں سیکنڈ میں پیغام ملتان پہنچ گیا تھا۔ ابھی ابھی نیند سے جاگی علینہ نے جب یہ پیغام پڑھا تو مسکرا دی۔

"ملتان ویسا ہی ہے لیکن آپکے بغیر اداس ہے۔ گولڈی اور فنیونا ٹھیک ہیں۔ روٹین بس بورنگ ہے۔ آپ سنائیں۔۔۔۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ کیا صرف ملتان اداس ہے؟؟" خاور نے آج ہمت کر ہی لیتھی یہ صرف سوال نہیں تھا۔ خاور علینہ سے اظہار چاہ رہا تھا۔

دوسری طرف سے پھر جواب نہیں آیا تھا۔

علینہ کی سماعتوں میں یہی جملہ گونجنے لگا تھا۔

"نہیں میں بھی اداس ہوں۔۔۔" اس نے سو دفعہ ٹائپ کیا تھا مگر بھیجنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ زندگی اسے کس مقام پر لے آئی تھی۔ علینہ کو بھی محبت ہونی تھی کیا؟ کیا وہ محبت کے لیے موزوں تھی؟ وقت نے گہرا سانس لیا تھا۔

لیکن محبت یہ تھوڑا دیکھتی ہے کہ کون اسکے لیے موزوں ہے یا غیر موزوں۔ یہ تو بس ہو جاتی ہے کسی بھی وقت کسی سے بھی۔ جیسے علینہ کو خاور کیانی سے ہو گئی تھی۔

شندانہ کے امتحانات تھے۔انہیں فری کر دیا گیا تھا۔وہ گھر تھی۔ آج ابراہیم کا راؤنڈ بے سود گیا تھا۔اسے بہت غصہ آیا تھا۔حالانکہ یہ ایک عام سی بات تھی۔ لیکن محبت میں عام سی باتیں بھی خاص ہو جایا کرتی ہیں۔ہم اتنے خود غرض ہو جاتے ہیں کہ ہمیں سامنے والے کی کوئی وجہ نہیں چاہیے ہوتی ہے۔ہمیں صرف وہ چاہیے ہوتا ہے۔ محبت ایک "Undefined" جذبہ ہے۔ہم لاکھ لفظوں کا سہارا لے لیں اسکو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

وہ خراب موڈ کے ساتھ آفس آیا تھا۔سب سمجھ گئے تھے کہ صاحب کا موڈ خراب ہے۔ وہ آ کر بیٹھا ہی تھا کہ خاور کی کال آ گئی تھی۔

"ہاں بھئی شہزادے کیا حال ہیں۔۔۔" خاور نے پوچھا تھا۔

"بس ٹھیک حال ہیں۔زندگی جاری وساری ہے۔لیکن ملتان جیسامزہ نہیں ہے۔۔۔"ابرا ہیم نے جواب دیا تھا۔

"بھابھی کا حال سناؤ"خاور نے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہے وہ۔۔۔"ابراہیم نے اختصار سے کام لیا تھا۔

"سنا ہے کرنل صاحب بہت سرگرم ہیں۔دن رات خود گشت کرتے پائے جاتے ہیں سوات میں۔۔"۔خاور نے کہا تھا۔

"ہاں جی کچھ ایسا ہی ہے۔۔۔"ابراہیم کے لبوں پر مسکان آگئی تھی۔

"کیا سین ہے پھر؟تم کوئی کام بلاوجہ تو نہیں کرتے۔۔۔"خاور مشکوک ہوا تھا۔

"کیا سین ہو سکتا ہے سوائے امن وامان اور سیکیورٹی کے علاوہ۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

"خیر لگتا تو نہیں ہے۔ تم کہتے ہو تو مان لیتا ہوں۔ کیونکہ اطلاعات کے مطابق وہاں کافی پر سکون صورتحال ہے۔۔۔" خاور نے کہا تھا۔

ابراہیم نے جواب میں قہقہہ لگایا تھا۔

"میں پرپوزل بھیجنا چاہتا ہوں علینہ کے لیے" خاور نے اپنا مقصد بیان کیا تھا۔

"اچھا جی شادی کی پڑ گئی ہے کرنل صاحب کو۔۔۔" ابراہیم نے چڑایا تھا۔

"ہاں جی۔۔۔" یاور نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے میں آج پھوپھو سے بات کرتا ہوں۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"الحمد اللہ" خاور نے بے ساختہ کہا۔

"میں صرف پرپوزل رکھ سکتا ہوں اور ساتھ سفارش بھی کر دوں گا۔ آگے تمہاری قسمت" ابراہیم نے ڈرانا چاہا تھا۔

New Era Magazine

"انشاءاللہ ہاں ہی ہو گی تجھے بہنوئی بنا کر چھوڑوں گا۔۔" آگے بھی خاور تھا وہ کونسا کسی سے ڈرتا تھا۔

"ویسے علینہ سے بات ہوئی اس سلسلے میں۔۔۔" ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"ہاں میں نے اشاروں میں بات کی تھی۔وہ میری بات سمجھ بھی گئی تھی۔ مگر خاموش ہے۔ ابھی کوئی جواب نہیں دیا اس نے۔۔" خاور نے بتایا تھا۔

علینہ نے دل کے حالات سے تنگ آ کر تحریم کو فون ملایا تھا۔

جیسے ہی تحریم نے ہیلو کہا۔علینہ زاروقطار رو پڑی تھی۔ آنسو تھے کہ رکتے نہیں تھے۔

تحریم حیران پریشان تھی۔

"اب بتاؤ گی کہ ماجرا کیا ہے؟" تحریم نے پوچھا تھا۔

دوسری طرف سے ہنوز سسکیاں جاری تھیں۔

"علینہ کچھ بولو گی تم میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ملتان میں سب خیریت ہے نا۔۔۔" تحریم نے پوچھا تھا۔ اس کی پرسوں ہی فون پر سب سے بات ہوئی تھی۔ کل وہ اور یاور کسی دعوت میں گئے تھے تو وقت نہیں ملا تھا کہ فون کرتی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔ پر میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔۔" علینہ نے کہا اور سسک پڑی۔

"کچھ بتاؤ گی تو پتا چلے گا نا" تحریم کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔۔۔" علینہ نے کہا اور پھر زارو قطار رونا شروع کر دیا۔

"وہ کون ہے؟ تمہیں کہاں ملا؟" تحریم نے فوراً پوچھا تھا۔

"تم بھی اسے جانتی ہو۔۔۔" علینہ بی بی کی طرف سے جواب آیا تھا۔

"اگر اب تم نے سب کچھ نہ بتایا تو میں فوراً خالہ کو فون کر دوں گی۔وہ تمہیں سیدھا کریں گی ۔۔۔"تحریم نے کہا تھا۔

"خاور ابراہیم بھائی کا دوست۔۔"علینہ نے کہا تھا۔ابھی بھی وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

"کیا۔۔۔"تحریم کو خوشگوار جھٹکا لگا تھا۔"ہاں۔۔۔"علینہ صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"تو کیا خاور بھائی بھی۔۔۔"تحریم نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔۔"اب کی بار مسکرا کر جواب دیا گیا تھا۔

"تم تو چھپی رستم نکلی۔۔۔"تحریم نے کہا تھا۔

"ویسے یہ شروع کہاں سے ہوا تھا؟"تحریم نے دلچسپی سے پوچھا۔

علینہ اسے روداد سنانے لگی تھی۔

مئی کا آغاز تھا۔ کراچی میں گرمی کی لہر تھی۔ کراچی روشنیوں کا شہر، گرم پانیوں کا شہر، پان کے شوقین افراد کا شہر، اونچی عمارتوں کا شہر، پاکستان کا سب سے بڑا شہر۔ وفاق کو سب سے زیادہ رووینو دینے والا شہر۔

روزی کراچی آ تو گئی تھی۔ اور جیسے تیسے ایک ماہ گزار بھی لیا تھا۔ مگر اب دل سوات کی جانب ہمکتا تھا۔ بے شک وہاں یاور تھا وہاں تحریم تھی لیکن روزی اب جانے کے لیے ہلکان تھی۔ اس نے ریاض سے کہا تھا کہ واپس چلیں وہ ٹال گیا تھا۔ وہ اپنی جمع پونجی لیکر آیا تھا۔ وہ روزی کے ساتھ مزید گھومنا چاہتا تھا۔ وہ لوگ ریاض کے کسی رشتے کے چچا کے گھر ٹھہرے تھے۔ اب ایک ماہ ہو گیا تھا۔ روزی نے اصرار کیا تو ریاض نے دس دن بعد جانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ دل مسوس کر کے رہ گئی تھی۔ اسے یکدم کراچی سے نفرت سی ہونے لگی تھی۔

پہاڑوں کے پاس ایک طلسم ہے۔ جو پہاڑوں کا رہنے والا ہو وہ دنیا میں کہیں اور زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا۔ پہاڑ اسے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ وہ روزی کو بھی آواز دے رہے تھے۔

ملتان میں مئی کے آغاز سے ہی گرمیاں شروع ہو گئی تھیں۔ سمل کی توجہ آجکل ڈاکو منٹریز سے ہٹ کر صرف طلحہ کی طرف تھی۔ گھر والے بھی پر سکون تھے۔ لیکن رضا کو کھد بد لگی تھی کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ شیر ازی ہاؤس میں لنچ کیا جا چکا تھا۔

"مجھے پتا ہے آج کل تم کن خیالوں میں ہو" رضا نے سمل سے کہا۔ جو تن دہی سے فروٹ ٹائفل کھانے میں مگن تھی۔

"ہاں تو میں کن خیالوں میں مگن ہوں" سمل چونکے بغیر گویا ہوئی تھی۔ نیلی جینز پر زرد کرتا پہنے ساتھ میں سرخ اسٹولر کندھوں پر ٹکائے وہ قابل غور شخصیت تھی۔

"یہی شادی کے اور کس کے۔ جس کی وجہ سے تم نے گھومنا پھرنا کم کر دیا ہے۔" رضا نے تپ کر کہا تھا۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تم اپنی منگنی کروا چکے ہو اب میری باری ہے" سمل نے آخری چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تو ویسے کہہ رہا تھا" رضا نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سمل سے کہا تھا۔وہ بچپن سے ساتھ رہے تھے۔وہ سمل کا کزن کم اس کی سہیلی زیادہ رہا تھا۔اس سے یہ برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ سمل چند دنوں سے اپے آپ میں مگن تھی۔نہ ان کی فون پر ہونے والی لڑائیاں تھیں اور نہ ملتان کی سڑکوں پر وہ گھومنا پھرنا تھا۔

سمل اب فون پر مصروف تھی۔رضا کو جیسے آگ لگ گئ۔

"کیا ہے ؟اپنی کالی نظریں اپنے پاس رکھو مسٹر" سمل نے کہا تھا۔

رضا غصے سے رفو چکر ہو گیا۔سمل مسکرا دی تھی۔

"فوجی منڈا" یہ لفظ کانوں میں رس گھولنے لگا تھا۔رضا کے شاید زہن سے یہ بات نکل گئ تھی ۔لیکن سمل کے زہن میں تو صرف یہی بات تھی۔

ابراہیم سوات میں سیٹ ہو چکا تھا۔ اسے ایسے لگتا تھا کہ یہ شہر ہمیشہ سے اسی کا تھا۔ محبت میں محبوب کا شہر بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ سوات کی آب وہوا نے ابراہیم پر خاطر خواہ اثر کیا تھا۔

ابراہیم میٹں نگ روم سے اپنے آفس میں آیا تو فون چیک کیا۔

"One message by Lifeline"

یہ پڑھتے ہی لب مسکرا اُٹھے۔

"میرے امتحان ہیں کچھ دنوں میں۔ اسلیے میں کالج نہیں جا رہی آجکل" ابراہیم شدید بدمزہ ہوا تھا۔

پتا نہیں اب کتنے دن یہ امتحانات چلنے تھے۔ وہ اب روزشدانہ کو نہیں دیکھ پائے گا۔ اور اب وقت بھی تو مختلف ہو گا۔

سیاہ چادر کے ہالے میں منتظر آنکھیں ابراہیم کا رزق تھیں۔

اور رزق کا چھننا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ ابراہیم کو اب ہو رہا تھا۔ پہلے اتنے نخرے دکھاتی ہے اب تو بنا بنایا بہانہ مل گیا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا۔

لیکن اس سے بھی بڑی پریشانی اس کی منتظر تھی۔ جس کی طرف ابراہیم کا کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا۔

"آہ اب مزہ آئے گا جب میدان سجے گا" وقت نے کئی دنوں کی خودساختہ خاموشی توڑی تھی۔

جاری ہے

نوٹ

"گلاب رت کے حسین چہرو" پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine